ترکیب بند

موسوم بہ

شکوۂ ہند

مرتبہ خاکسار الطاف حسین حالی پانی پتی مقیم دہلی

حسب ضابطہ رجسٹری کرائی گئی

طبع سنہ ۱۸۸۵ع ثانی

صحافی پریس لاہور میں باہتمام مولوی فضل الدین

مالک و مہتمم کے چھپا

قیمت فی جلد ۲ر۶ پائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شکوۂ ہند

بند اوّل

رخصت اے ہندوستاں اے بوستانِ بے خزاں
رہ چکے تیرے بہت دن ہم بدیسی میہماں
آج گو شکووں سے ہیں لبریز ہم اے خاکِ ہند
ہیں مگر احسان اگلے تیرے سب خاطر نشاں
تو نے بیگانوں کی خاطر کی یگانوں سے سوا
میہماں تھے پر بنایا تو نے ہمکو میزباں

تیرے باغوں کی فضاؤں نے دئے دل سے بھلا
شعبِ بوّان وسمرقند و دمشق و اصفہاں
یا دکچھ جیحوں رہا ہمکو نہ دجلہ اور فرات
تیرے گنگا جل نے جب سے تر کئے کام و زباں
تیرے کاشی کی کشش نے کر دئے ہمسے جدا
یثرب و بطحا وصنعا و زبید و نہروان
تیرے ذوق نیشکر نے کر دئے سب دل سے محو
بصرہ و طائف کے نارستان اور خرماستاں
فصلِ گل میں دیکھکر جوبن مہابن کا ترے
مرو اور شیراز کے بھولے چمن اور گلستاں
تیرے سرحیون پہاڑوں نے دیا جی سے اتار
نہرِ رکنی اور گلگشتِ مصلّےٰ کا سماں
دعوتیں بھولیں سمرقندی و شیرازی تمام
اسقدر الوانِ نعمت کے لگائے تو نے خواں

نقش ہیں دل پر ہمارے سب مُداراتیں تری
ہم نہ بھولینگے کبھی دن تیرے اور راتیں تری

بند دویم

تھی ہماری قوم و ملت رسم و عادت سب جدا
رشتۂ و پیوند کوئی ہم میں اور تجھ میں نہ تھا
بول چال اپنی الگ تھی اور زباں تیری الگ
تجھسے ہم تھے اجنبی اور ہمسے تو نا آشنا
ہم میں اے ہندوستاں گو بوے جنسیت نہ تھی
تو نے لیکن اپنی آنکھوں پر لیا ہمکو بٹھا
تو نے سونپی مُہرِ دولت ہمکو اور طبل و نشاں
تو نے بخشے قصر و ایواں ہمکو اور بستانسرا
تو نے ثروت دی حکومت دی ریاست دی ہمیں
شکر کس کس مہربانی کا کریں تیری ادا

نبھ سکیں لیکن نہ آخر تک یہ خاطرداریاں
جو دیا تھا تو نے وہ آخر کو سب رکھوا لیا
خیر۔ اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار
جس سے چاہا لے لیا اور جسکو چاہا دیدیا
کھینچ لیں اپنی اسی دم اُٹھکے گُدّی سے زباں
بھولکر بھی گر زباں پر اسکا آجائے گلا
پر گلا یہ ہے کہ جو کچھ اپنا ہم لائے تھے ساتھ
وہ بھی تو نے ہمسے لیکر کر دیا بالکل گدا
آدمیت کے تھے جوہر جو ہماری ذات میں
خاک میں آخر دئے اے ہند سب تو نے ملا

یاد ہوگا تجھکو یہاں آئے تھے ہم کس شان سے
تجھکو سوگند اپنے ست جگ کی تبا ایمان سے

بند سویم

ترکمانی صولت اور مغلی جلادت ہم میں تھی
عزم کُردی ہم میں تھا بَدوی حمیّت ہم میں تھی
ہاشمی آداب و عبّاسی فضائل ہم میں تھے
نطقِ اعرابی و عدنانی فصاحت ہم میں تھی
ضرب کراری و حرب خالدی رکھتے تھے ہم
سطوتِ حمزی و فاروقی جلالت ہم میں تھی
عرقِ غیرت تھی دلیل اپنی شرافت کی۔ نہ مال
جھیپتی ہے جس سے دولت وہ شرافت ہم میں تھی
آج کھاؤ رکھا مقام اپنا توکّل تھا باختر
عیش و عشرت کی نہ فرصت تھی نہ عادت ہم میں تھی
ننگ تھا ہمکو مشقت سے نہ مزدوری سے عار
جو بزرگی تھی مشقت کے بدولت ہم میں تھی

ہم شتربانی سے پہنچے تھے جہانبانی تلک

اسلئے باقی شتربانوں کی خصلت ہم میں تھی

جو نشاں اقبالمندی کے ہیں وہ سب ہم میں تھے

حُبِّ دینی ہم میں تھا قومی مَوَدّت ہم میں تھی

گھر ہمارے اور ہم سب وقف مہمانوں پہ تھے

یثربی مہماں نوازی و ضیافت ہم میں تھی

پھوٹ سے واقف نہ تھے ہم تیری آ ہندوستاں

احمدی اخلاق و اسلامی اخوت ہم میں تھی

چھین لی سب ہم سے یہاں شانِ عرب آنِ عجم

تو نے اے غارتگر اقوام و اکال الاُمَمْ

بند چہارم

آئے تھے آ ہند یہاں ایسے ہی ہم زار و نزار؟

ہے عرب کو جنسے ننگ اور ہے عجم کو جن سے عار

ہم اُنھیں اسلاف کے معلوم ہوتے ہیں خلف؟
جنکی تھی محکوم نسلِ رستم و اسفندیار

ہم اُنھیں باپوں کے بیٹے تجکو آتے ہیں نظر؟
جنکی جولانگاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

ہیں ہمیں اے آریاورت اُن سواروں کے سپوت؟
جنکی دوڑوں سے ہیں واقف تیرے دشت اور کوہسار

ہم سدا سے خاکسار ایسے ہی تھے اے خاکِ ہند؟
اُڑتی پھرتی تھی زمانہ میں یہی مُشتِ غبار

تھیں یہی شکلیں ہماری تھا یہی رنگ اور روپ؟
تھی یہی سیرت ہماری تھا یہی اپنا شعار

گر سلف دیکھیں ہمارے زندہ ہو کر اب ہمیں
آئے نسبت اور قرابت سے ہماری اُنکو عار

سیرتیں تو نے بدل دیں مسخ کر دیں صورتیں
آبرو تو نے ڈبو دی کھو دیا تو نے وقار

کر دیا شیروں کو تو نے گو سفند اے خاکِ ہند
جو شکار افگن تھے آکر ہو گئے یھاں خود شکار
نکبتیں یہ سب جبھی سے ہمکو آتی تھیں نظر
آئے تھے یھاں جب کہ اپنا چھوڑ کر ملک و دیار

تھا یقیں ہمکو کہ شامت رفتہ رفتہ آئیگی
ہمکو تو اے خاکِ ہند آخر یونہیں کھا جائیگی

بند پنجم

دیکھتے ہیں اب ہی آنکھوں سے صبح و شام ہم
جو مدارا توں کا سمجھے تھے تری انجام ہم
توڑ ڈالے جلد تو نے عہد اور پیمان سب
بے وفا سنتے تھے سچ اے ہند تیرا نام ہم
دیر تک رہتا ہے جو مہماں نہیں رہتا عزیز
سنتے ہیں دیوار و در سے تیرے یہ پیغام ہم

عیب جو دنیا میں ہیں وہ ہم پہ تھپ جاتے ہیں سب
کیا زمانہ میں ہمیشہ تھے یونہیں بدنام ہم؟
سب کو ہو جاتا ہے ناکامی کا پہلے ہی یقین
اُٹھتے ہیں کرنیکو جب ہمت کا کوئی کام ہم
تو نے دیکھا تھا کبھی اسلامیونکا حال یہ
کیا عرب سے لیکے نکلے تھے یہی اسلام ہم
بس۔ زیادہ پینے سے اپنے کیا حاصل تجھے
پس چکے اے آسیائے گردشِ ایام ہم
شکوہ قسمت کا ہے جو یہاں کھینچکر لائی ہمیں
تجھکو اے ہندوستاں کس مونہ سے دیں الزام ہم
پھر گئی سرحد سے تیری فوج یوناں جس طرح
کاش پھر جاتے یونہیں دَر سے ترے ناکام ہم
رہتے قانع اپنی محنت اور مزدوری پہ کاش
آکے یہاں پاتے نہ ذوقِ راحت و آرام ہم

دشمن اپنا ہو گیا سودا اسے مال و جاہ حیف
حرص نے طعمہ کی شیروں کو کیا روباہ حیف

بند ششم

وہ مسلمانوں کی ہر بازی میں سبقت کیا ہوئی
وہ حجازی غیرت اور ملکی حمیّت کیا ہوئی
ہم مسلمانوں سے ہے اے ہند ننگ اسلام کو
تھا لقب خیر الاُمم جسکا وہ اُمّت کیا ہوئی
جی کسی کی عزت افزائی سے خوش ہوتا نہیں
دل گواہی جسپہ دیتا تھا وہ عزت کیا ہوئی
دین و دولت علم و دانش ہم میں کچھ باقی نہیں
حق نے پوری کی تھی جو ہم پر وہ نعمت کیا ہوئی
ملک و مال و سلطنت اِک آنی جانی چیز تھی
جو ہمیشہ رہنے والی تھی وہ دولت کیا ہوئی

قریہ قریہ تیرے علم و فضل سے معمور تھا
اب وہ اے اسلام تیری خیر و برکت کیا ہوئی
جسنے مغرب کو کیا مشرق وہ سورج کیا ہوا
جس سے گھر گھر گیا یوناں وہ حکمت کیا ہوئی
کوہ و دریا جنکے ہوتے تھے نہ ہرگز سدِ راہ
وہ ارادے کیا ہوئے اور وہ عزیمت کیا ہوئی
کوئی مشکل ہمکو میداں سے ہٹا سکتی نہ تھی
وہ ثبات اور پایداری اور وہ ہمت کیا ہوئی
ہوگی اے ہندوستاں آمد ہماری تجھکو یاد
وہ مسلمانوں کی ہیأت اور وہ صورت کیا ہوئی

وہ بر و دوش اور وہ سینے پہلوانی کیا ہوئے
وہ قد و بالا وہ چہرے ارغوانی کیا ہوئے

بندِ ہفتم

جب تک اے ہندوستاں ہندی کہلاتے تھے ہم
کچھ ادائیں آپ میں سب سے جدا پاتے تھے ہم

اپنی خود کرتے تھے عزّت گر نہ کرتا تھا کوئی
سر ہر اک فرعون کے آگے نہ نہوڑاتے تھے ہم

حاجتیں ہوتی تھیں جو اپنی روا کرتے تھے آپ
ہاتھ آگے میر و سلطاں کے نہ پھیلاتے تھے ہم

تھے اُسے نعماے سلطانی سے بہتر جانتے
اپنی محنت سے اگر نان جویں کھاتے تھے ہم

تھے نہ کرگس اور زغن کی طرح ہم مُردار خوار
تھا وہی قُوت اپنا جو خود مار کر لاتے تھے ہم

تھی اولوالعزمی و ہمت اپنی مفتاحِ ظفر
چار سو راہیں معیشت کی کھلی پاتے تھے ہم

جب کبھی جس کام کی خاطر۔ جدھر۔ مونہ اٹھ گیا
پھر پلٹ کر وھاں سے خالی ہاتھ کم آتے تھے ہم
جی چُراتے تھے نہ مکروہاتِ عالم سے کبھی
اور خلاف چرخ و دوراں سے نہ گھبراتے تھے ہم
اسپ تازی کی طرح تھی قوم تازی بھی غیور
جب کوئی بڑھتا تھا ہمسے تلملا جاتے تھے ہم
ہے حمیت کو ہماری اک زمانہ جانتا
سرد ہو جاتے تھے سب جسوقت گرماتے تھے ہم

حال اپنا سخت عبرت ناک تو نے کر دیا
اگ تھے اے ہند ہمکو خاک تو نے کر دیا

بندِ ہشتم

کھا کے نعمت دل ہمارا شادماں ہوتا نہ تھا
ساتھ دستر خوان پر گر میہماں ہوتا نہ تھا

کرتے تھے مہماں ہمارے ما حضر پر اکتفا
تنگدل مہماں سے کوئی میزباں ہوتا نہ تھا
ہمکو پہنچی تھی خلیل اللہ سے خواں گستری
عُسرت اور تنگی میں بھی سطے اپنا خواں ہوتا نہ تھا
رکھتے تھے بچو نکو بھوکا اپنے مہماں کے لئے
خرچ سے گھر کے سوا کھانا جہاں ہوتا نہ تھا
تھا مسافر کے لئے ایک ایک گھر مہماں سرا
ہمکو کچھ غربت میں فکرِ آب و ناں ہوتا نہ تھا
میہمانوں کو تھے اپنے گھر کی برکت جانتے
ٹھیرنا میہمان کا برسوں گراں ہوتا نہ تھا
جانتے تھے ہم کہ ہے اسیر خدا نا مہرباں
جو کہ ہمسائے پہ اپنے مہرباں ہوتا نہ تھا
ہم ہر اک آفت میں ہمسایوں کے رہتے تھے سپر
دشمنوں سے اپنے اُنکو خوفِ جاں ہوتا نہ تھا

چُپکے چُپکے جاجتیں کرتے تھے سب اُنکی روا
فقر وفاقہ اُن کا خلقت پر عیاں ہوتا نہ تھا
پیٹ بھر لیں اپنا اور ہمسایہ فاقے سے رہے
اتفاق آگے یہ اے ہندوستاں ہوتا نہ تھا

یوں نہ ہمجنسوں سے کرتی تھیں یہ آنکھیں چوریاں
تونے اپنی سی سکھادیں ہمکو تنہا خوریاں

بندِ نہم

جس سے کرتے محبت بے ریا کرتے تھے ہم
جس سے ہوتی تھی شکایت برملا کرتے تھے ہم
شکوہ ہوتا تھا تو اکثر مونہ پہ کہدیتے تھے ہم
شکر کرتے تھے تو غیبت میں سوا کرتے تھے ہم
دوست بنجاتے تھے جسکے اُس سے کرتے تھے نباہ
عہد کرتے تھے تو عہدوں کو وفا کرتے تھے ہم

جنکے ہو جاتے تھے ساتھی اُنکا ہم دیتے تھے ساتھ
رنج و راحت میں شریک اُنکے رہا کرتے تھے ہم
کرتے تھے عُسرت میں اُنکے واسطے فکرِ معاش
اُنکی بیماری میں تدبیر اور دوا کرتے تھے ہم
کام میں یاروں کے اپنے کام سب دیتے تھے چھوڑ
اسمیں روزے اور نمازیں تک قضا کرتے تھے ہم
یار کوئی مر کے اپنے سے بچھڑ جاتا تھا جب
یار کی اولاد پر جانیں فدا کرتے تھے ہم
سنتے تھے اپنے بڑونکا جنسے پیار اور اتحاد
اُنکی نسلوں سے وہی رسمیں ادا کرتے تھے ہم
دشمنوں کی زد میں دیتے تھے نہ آنے ہمکو دوست
ٹوک دیتے تھے ہمیں جب کچھ خطا کرتے تھے ہم
آج وہ کام آئے اپنے کل ہم اُنکے آئے کام
بارہا باہم سلوک ایسا کیا کرتے تھے ہم

تونے اے ہندوستاں کھودیں کہاں وہ یاریاں
یاریاں ہم میں رہیں باقی نہ وہ غمخواریاں

بند دہم

تیرے سایہ سے رہے اے ہند جبتک دورہم
اپنی یکرنگی رہی ضرب المثل بَینَ الاُمَم
ملگیا جو ہم میں آکر پھر نہ تھے ہم پوچھتے
روم ہے یا ترک آرمن ہے عرب ہے یا عجم
ملتِ بیضا نے قوموں کی مٹادی تھی تمیز
تھے بلال و جعفر و سلماں برابر محترم
ایک رنگت میں اخوت کی تھے سب رنگے ہوئے
اسود و احمر تھے جو اسلام کے زیرِ علم
زنگی و خوارزمی و تاتاری و مازندری
ایک دسترخوان پر کھاتے تھے سب ملکر بہم

گو سدا آپسمیں لڑتے اور جھگڑتے تھے مگر
وقت جب پڑتا تھا اگر ایک ہو جاتے تھے ہم
فرق رکھا تھا کہ وہ میں نہ کچھ اسلام نے
تھے برابر نفقہ و کسوت میں آقا اور خدم
حق خلیفہ کا نہ تھا اُسمیں رعیت سے سوا
جمع بیت المال میں ہوتی تھی جو آکر رقم
ٹوک دیتا تھا سرِ دربار بڑھکر اِک غلام
گر کہیں بے راہ اُٹھ جاتا تھا حاکم کا قدم
شوکتِ دیں کے سوا شوکت نہ تھی کوئی پسند
ملک جم لیکر نہ پاس آتا تھا اپنے کبرِ جسم

صحبتوں میں تکیہ و مسند کا آئیں کچھ نہ تھا
مجلسوں میں امتیاز صدر و پائیں کچھ نہ تھا

راستی وفا

بند یازدہم

راستبازی میں ہماری لوگ دیتے تھے نظیر
فرد تھے پاس سخن میں قوم کے برنا و پیر
دوست دشمن کو ہمارے قول پر تھا اعتماد
دے چکے جب ہم زباں پھر تھی وہ پتھر کی لکیر
تھے ثقہ بھی ہم میں بدا طوار بھی اوباش بھی
تھا سخن کا اپنے لیکن پاس سبکو ناگزیر
کوئی بد عہدی سے بڑھکر تھا نہ عیب اُنکے لئے
حق جنھیں کرتا تھا ہم میں وارث تاج و سریر
جیسے رہزن اور لٹیرے تھے ہمارے راستباز
پاسبانوں میں نہیں پاتے ہم آج اُنکی نظیر
دل میں کچھ ہو اور زباں پر کچھ یہ خاصیت نہ تھی
خاک میں اُس سرزمیں کی جس سے تھا اپنا خمیر

جنگ تھی تو برملا تھی صلح تھی تو بے ریا
ہمکو زھر آتا نہ تھا دنیا بنا کر جامِ شیر
مونہ سے جو کہہ بیٹھتے تھے کر دکھاتے تھے وہی
ہے گرجکر پھر برستا جس طرح ابرِ مطیر
چھانومیں ہم جا کے تلواروں کی کہہ آتے تھے حق
غالب آتا تھا نہ ہم پر خوفِ سلطان و امیر
پر بنایا جب سے ہمنے ملجأ و ماویٰ تجھے
راستبازی ہوگئی اے ہند ہمسے گوشہ گیر

کر دئے تو نے تمام اسلام کے ارکان سُست
ہوگئے بودے ہمارے عہد او رپیمان سُست

بند دوازدہم

شرق سے تا غرب جب عالم میں تھا قحط الرّجال
تھی ہماری قوم میں ارزانیِ اہل کمال

علم و حکمت نے ہماری آنکر لی تھی پناہ
رُوم اور یونان پر جب چھا گیا جہل و ضلال
جاہلوں کا تھا ہماری قوم میں گھاٹا یوں ہیں
جیسے اب لکھے پڑھے ملتے ہیں ہم میں خال خال
مَنْع - استدلال - یا توجیہ - یا تحقیق حق
تھی یہی اکثر ہماری مجلسوں میں قیل و قال
تُرک میں وحشت رہی تھی اور نہ جہل اَعْراب میں
دین بیضا نے دیا تھا آکے کانٹا سا نکال
علم بھی جاتا تھا - جاتے تھے جہاں ہم - ساتھ ساتھ
علم نے اسلام سے باندھا تھا پیمانِ وصال
سیم و زر کم چھوڑ کر جاتے تھے ہم میراث میں
تھی کتاب اپنی بضاعت اور ادب اپنا تھا مال
خلق کرتی تھی ہماری ریس رسم و راہ میں
کر دیا تھا علم نے سب کے لئے ہمکو مثال

آج جس علم و ہنر سے ہے چراغاں بزم دہر
ہمنے بنیاد اسکی دی تھی پیشتر دنیا میں ڈال
تھی ہماری دولت اے ہندوستاں فضل و ہنر
آگیا تیری بدولت اپنی دولت کو زوال

ہمکو ہر جوہر سے یوں بالکل معرا کر دیا
تو نے اے آب و ہوائے ہند یہ کیا کر دیا

بند سیزدہم

ہمنے یہ مانا کہ جب گلشن میں ہو فصل خزاں
بے محل ہے چھیڑنی وہاں عہد گل کی داستاں
ہو خلف پر ابر جب چھایا ہوا ادبار کا
پھر سلف کی شان و شوکت کیجے کس مونہ سے بیاں
ہیں یہہ باتیں بھول جانے کی مگر کیونکر کوئی۔
بھول جائے رات کا سب صبح ہوتے ہی سماں

بزم کو برہم ہوئے مدّت نہیں گذری بہت
اُٹھ رہا ہے گل سے شمع بزم کے اب تک دھواں
کہہ رہے ہیں نقش پا سے رہرواں اے خاکِ ہند
یہاں سے گذرا ہے ابھی اک باتجمّل کارواں
گو یقیں ہے ۔ رفتہ رفتہ یادِ ایام سلف
دل سے چھوڑے گی مٹا کر گردشِ دورِ زماں
بھول جائینگے کہ تھے کن ڈالیوں کے ہم ثمر
ٹوٹکر آئے کہاں سے اور پھر آکر کہاں
پر زمانہ میں رہیں گے تا قیامت یادگار
جو کئے برتاؤ تو نے ہم سے اے ہندوستاں
ماجرا ہوگا ہمارا عبرت اوروں کے لئے
چھپ جائیں گے بہت سنکر ہماری داستاں
سانپ سے جس طرح رہتا ہے سپیرا دور دور
حکمراں تیرے یونہیں تجھ سے رہیں گے برکراں

برکتیں یہاں چھوڑ کر ہم اپنی جائیں گے بہت
ہم نہ ہونگے پر نصیحت ہمسے پائیں گے بہت



جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ـ ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اُسکی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اُسکا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جُدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اُسمیں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اُس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے
وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بےعقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یہاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلس اعیاں ہے وہ بزم شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اُس میں نہ رونق نہ بہا ہے
شاہد ہے اگر دین تو علم اُسکا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اُسکی جِلا ہے
جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ بِنا ہے
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یھاں اب بھی بڑا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مُدت سے اِسے دَورِ زماں میٹ رہا ہے
جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اُسمیں صدا ہے
بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُسکے ہوا ہے

وہ روشنیِ بام و درِ کشورِ اسلام
یاد آج تلک جسکی زمانے کو ضیا ہے
روشن نظر آتا نہیں وھاں کوئی چراغ آج
بُجھنے کو ہے اب گر کوئی بُجھنے سے بچا ہے
عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو
اُس قوم کا ایک ایک گھر اَب بزمِ عزا ہے
چاؤش تھے للکارتے جن رہگزروں میں
دن رات بلند اُن میں فقیروں کی صدا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کے اب رُو بقفا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اَور حِکَم کی
اب علم کا وھاں نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھوج اُنکے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گُم دشت میں اِک قافلہ بے طبل و درا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھو نکے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گِلا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے
کی زیب بدن سب نے ہے پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے
درکار ہے یھاں معرکہ میں جوشن و خفتاں
اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ رِدا ہے
دریا ہے پُر آشوب ہے اِک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھوڑ ناؤ پہ یھاں قصدِ شنا ہے

ملتی نہیں اِک بوندبھی پانی کی جھاں مُفت
وھاں قافلہ سب گھر سے تہیدست چلا ہے
یھاں نکلے ہیں سودے کو درم لیکے پُرانے
اور سکہ رواں شھر میں مدّت سے نیا ہے
فریاد ہے اے کشتیِ اُمّت کے نگھباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
اے چشمۂ رحمت بِاَبِی اَنتَ و اُمّی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے
جِس قوم نے گھرا ور وطن تجھسے چھُڑایا
جب تونے کیا نیک سلوک اُنسے کیا ہے
صدمہ دُرِ دنداں کو ترے جِن سے کہ پُہنچا
کی اُنکے لئے تونے بھلائی کی دعا ہے
کی تُونے خطا عفو ہے اُن کینہ کشوں کی
کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے
جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انھیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے
برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے
کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے
امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے
ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے
وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے
ہر چپقلش دہر مخالف میں تیرا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اُڑتی
وہ خاک ہمارے لئے داروئے شفا ہے

جو شہر ہوا تیرے ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری اُمت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبہ سے کشش اُسکی ہر اک دل میں ہوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ ایک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمھارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں الطالح لی ہمنے سُنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہماری نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کا سدا ہے
گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری
اُمت تری ہر حال میں راضی برضا ہے
عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے
ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھکو کہ ہے کون مخاطب
یہاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

تمت

اشتہار

مفصلۂ ذیل کتابین لاہور مین منشی فضل الدین صاحب کتب فروش بازار کشمیری کی دوکان سے (جہان پر ہر قسم کی کتابین موجود رہتی ہین) اور دھلی مین سید عبد العلی صاحب مقیم گلی قاسم جان اندارہ کنوئین سے ملسکتی ہین۔ قیمت یا بذریعۂ منی آرڈر آنی چاہیے یا بیکٹ ویلیو پے ایبل روانہ کیا جائیگا۔

نام کتاب	قیمت	محصول
شکوہ ہند	۲/ ۶ پائی	۰/
مثنوی حقوق اولاد	۲/ ۶ پائی	۰/
حیات سعدی	عہ/	۱۰/
دیوان و رقعات نواب مصطفےٰ خان مرحوم متخلص بہ حسرتی	عہ/	۲/
مسدس حالی مع ضمیمہ و فرہنگ	۱۲/	۱/
مناجات بیوہ	۲/	۰/

المشتہر الطاف حسین حالی